ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. April-June 2025.Page#.163-169
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Historical, Legal, and Shari'ah-based Analysis of the Inheritance Law in Practice in Pakistan

پاکستان میں مروجہ قانون وراثت کا تاریخی، قانونی اور شرعی جائزہ

Dr. Fatima
Lecturer Government Girls Degree collage Mandan Bannu

Dr. Muhammad Fakhar ud din
Lecturer, Dept of Islamic Studies and Research, UST, Bannu

Abstract

This research paper explores the prevailing inheritance laws in Pakistan through historical, legal, and religious lenses. It highlights the significance of inheritance in Islamic jurisprudence, where clear guidelines for the distribution of wealth are provided in the Qur'an and Hadith. The study traces the evolution of inheritance law in the Indian subcontinent, particularly the impact of British colonial rule and the subsequent legal developments in post-independence Pakistan. It critically examines the role of the *Muslim Personal Law (Shariat) Act of 1962* and other related statutes in shaping inheritance rights, especially for women and grandchildren.

In addition to Islamic law, the paper analyzes the legal frameworks governing the inheritance rights of religious minorities in Pakistan, particularly Christians and Hindus. It outlines the relevant statutes such as the *Succession Act of 1925* (applicable to Christians) and *Hindu Inheritance (Removal of Disabilities) Act*, highlighting key differences in principles of succession, gender equity, and testamentary freedom. A key focus is the analysis of recent Supreme Court judgments, especially regarding the inheritance rights of grandchildren in cases where their parent has predeceased the grandparent.

Kewwords: Inheritance Law, Pakistan Legal System, Islamic Shari'ah, Historical Analysis, Legal Reforms in Pakistan

تعارف

قانونِ وراثت کسی مملکت کے قانون سازی کا خاص حصہ ہوتا ہے۔ اسی قانون کے تحت جب کوئی مال چھوڑ کے مر جائے تو دوسرے کو اس کی جائیداد کی منتقلی منصفانہ طریقے سے ہوتی ہے۔ اسلامی معاشرے میں وراثت ایک ایسا اہم موضوع ہے جو نہ صرف خاندانی نظام کو متاثر کرتی ہے بلکہ سماجی انصاف، صنفی برابری اور مالی حقوق کے لحاظ سے بھی کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ مال وجائیداد کی منصفانہ تقسیم معاشرے کو پر امن اور مستحکم بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسی طرح اجتماعی زندگی کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ میراث ہے کیونکہ تقسیم وراثت اگر احکام الٰہی کے مطابق نہ ہو تو معاشرے میں اخوت ومحبت اور اتفاق واتحاد ممکن نہیں ہے اس لیے کلامِ الٰہی میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ قانون وراثت بیان ہوئی ہے اور پاکستان کے قانونی ڈھانچے میں نمایاں طور پر نظام وراثت موجود ہے، کیونکہ پاکستان ایک اسلامی جمہوری ملک ہے جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے، اس لیے پاکستان کے تمام قوانین کی طرح قانون وراثت بھی اسلامی شریعت کے مطابق ہے۔ پاکستان میں " قانونِ شریعت 1962ء" کے تحت مسلمان شہریوں کے وراثتی معاملات اسلامی تعلیمات کے مطابق طے پاتے ہیں، جبکہ غیر مسلم شہریوں کے لیے ان کے عقائد کے مطابق علیحدہ ضوابط موجود ہیں۔ تاہم باوجود اسلامی ملک کے قانون وراثت کے عملی طور پر اطلاق اور عمل درآمد میں کئی پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں۔

یہ تحقیقی مقالہ پاکستان میں مروجہ قانونِ وراثت کا تاریخی، قانونی اور مذہبی جائزہ پیش کرتا ہے تاکہ ایک متوازن اور قابلِ فہم تصویر سامنے آسکے۔

وراثت کا مفہوم اور شرعی اہمیت

عربی میں وراثت کا لفظ وَرِثَ سے ماخوذ ہے بمعنی باقی ماندہ، یعنی ہر وہ چیز جو پہلے والے سے بعد والے کو مل جائے۔ اصطلاح میں وراثت کی تعریف یہ ہے۔"انتقال الملکیۃ من المیت الی الورثۃ الاحیاء"

یعنی میت کی ملکیت مال اس کے زندہ ورثاء کی طرف منتقلی کو وراثت کہا جاتا ہے۔

وراثت محض مال و دولت کی منتقلی کا نام نہیں، بلکہ یہ نسل در نسل چلتی ایک معاشرتی، اخلاقی اور دینی امانت ہے جو خاندانی رشتوں کی گہرائی، ذمہ داریوں کی تقسیم اور عدل و انصاف کی بنیادوں پر قائم ہے۔ وراثت ایک ایسا قانون ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم بھی اس کے محتاج ہیں۔ کیونکہ مرنا تو سب کا ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر، اور مرنے والے کے چھوڑے ہوئے مال کے حق دار اس کے ورثاء ہوتے ہیں۔ یہ تقسیم ترکہ کیسے، کس کو اور کتنا ملے؟ اس کے لیے مختلف اقوام عالم نے اپنے مختلف قوانین بنائے ہیں اور آج بھی ان پر عمل پیرا ہیں۔ ان کی وضع کردہ قوانین میں سے ایک وصیتی قانون ہے کہ مرنے سے قبل متوفی نے اپنے مال و جائیداد کے بارے میں وصیت کرنا ہے تو اسی وصیت کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگی کیونکہ ہر کوئی اپنے مال کا اختیار رکھتا ہے۔ بعض قوموں کے ہاں ترکہ کی تقسیم کے لیے قانونِ جانشینی وضع کیا ہے کہ میت کا مال اس کے جانشین یا قائم مقام کو ملے گا باقی ورثاء محروم ہونگے۔ ان قوموں کے یہ خود ساختہ قوانین سراسر ظلم وزیادتی پر مبنی ناکام قوانین ہیں۔

اسلام نے وراثت کو مال و دولت کی تقسیم کے نظام کا ایک اہم حصہ بنایا ہے۔ قانون میراث اسلام کے اقتصادی نظام کا اہم حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وراثت کا ایسا واضح، جامع اور بے مثال قانون دیا کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال کسی اور نظام اور قانون میں نہیں ملتی نہ ملے گی۔ اسلام میں وراثت کی تقسیم کا نظام نہایت واضح اور منصفانہ ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ النساء میں وراثت سے متعلق مکمل رہنمائی موجود ہے، جہاں مرد و عورت دونوں کے حقوق کا تعین صراحت سے کیا گیا ہے۔ وراثت کے قوانین میں مرد و زن، والدین و اولاد، حتیٰ کہ رشتہ داروں کے معمولی تعلق کو بھی اہمیت دیتے ہوئے ہر ایک کے لیے مخصوص حصے مقرر کیے ہیں۔

برصغیر میں قانون وراثت کا تاریخی ارتقاء

یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر میں مختلف نسلی، لسانی، ثقافتی، قبیلوں، رسومات اور مذاہب کی تنوع موجود تھی، جو کہ اس علاقے میں کئی صدیوں کی ترقی اور مختلف تہذیبوں کے انجماد کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ لہٰذا، کسی خاص مقامی رسم و رواج کو کسی ایک جگہ پر یکساں طور پر نہیں اپنایا گیا بلکہ ہر قبیلے یا خاندان کے اپنے مخصوص رسم و رواج تھے۔ جغرافیائی، نسلی، قبائلی، مذہبی اور لسانی اختلافات نے ان رسم و رواج پر بڑے پیمانے پر اثر ڈالا۔ برصغیر میں کئی گروہ یہاں آکر آباد ہوئے ہیں اور اس کے نتیجے میں مختلف رسم و رواج، رسومات اور ثقافتیں متعارف ہوئیں۔ برصغیر میں کئی حملہ آوروں نے بھی حملہ کیا، جن میں سے اکثر نے نئے رسم و رواج، رسومات اور ثقافتیں ساتھ لائیں، جنہوں نے سابقہ رسم و رواج کو تبدیل کر دیا۔ اس کے نتیجے میں نئی روایات لوگوں کی زندگیوں میں شامل ہوئیں اور نئے رسم و رواج وضع ہوئے۔

جغرافیائی نسلی، قبائلی، مذہبی اور لسانی اختلافات نے ان روایتی قوانین کو کافی حد تک متاثر کیا تھا اس کے نتیجے میں لوگوں کی زندگیوں میں نئے رجحانات اضافہ کرتے تھے اور نئے رواجی قوانین وضع کرنے اور نافذ کرنے کے لیے استعمال ہوتے تھے .یہ قوانین عموماً غیرت کے نام پر جرائم، زمین کے تنازعات اور خاندانی معاملات سے متعلق ہوتے تھے۔ ان مقامی رسم و رواج کے تحت، کئی معاملات مقامی حل کمیٹیوں کے ذریعے نمٹائے جاتے تھے، جب وہ قانونی عدالتوں تک پہنچتے۔ ان مقامی رسم و رواج کی مقبولیت کی دیگر وجوہات میں مالی مشکلات اور عدالتوں تک پہنچنے میں مشکلات شامل تھیں، خاص طور پر مواصلات کی ناکافی سہولیات کی وجہ سے۔ لہٰذا، قانون کی ترقی کا تاریخی پس منظر جاننا خاص طور پر خاندانی قانون کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

یہ خطہ مختلف تہذیبوں کے عروج اور زوال کا گواہ رہا۔ ساتویں صدی عیسوی میں مسلم تاجروں نے ہندوستان کے ساتھ تعلقات قائم کیے، جس کے نتیجے میں سلطان محمود غزنوی اور سلطان محمد غوری جیسے اہم شخصیات کے حملے ہوئے، جنہوں نے مسلم حکمرانی کی بنیاد رکھی۔ اس دور میں، قاضیوں کی قیادت میں عدالتی نظام نے انصاف فراہم کیا، جو اسلامی قانون اور غیر مسلموں کے ذاتی قوانین کے ملاپ پر مشتمل تھا۔ مسلم قاضیوں کے زیر نگرانی 1765 میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال میں کنٹرول حاصل ہوا تو شروع میں انہوں نے مغلیہ عدالتی طریقوں کو برقرار رکھا لیکن بعد میں نظام کو جدید بنایا اور برطانوی قانونی معیارات کے تحت عدالتیں قائم کیں۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں میں سخت اضطراب پیدا ہوئی اور انیسویں صدی کے آخر میں قاضی عدالتوں کا خاتمہ اسلامی قانون کو مزید کمزور کرنے کا سبب بنا جو مسلمانوں نے اپنی شناخت اور حقوق کی بحالی کی کوشش کی تو سیاسی منظر نامہ اس وقت بدل گیا اور 1913 میں مسلم وقف کی توثیق کے قانون کے مطالبے پر منتج ہوا۔ یہ 1937 میں مسلم ذاتی قانون شریعت کے نفاذ کی بنیاد کا ذریعہ بنا جس نے ایک ممتاز مسلم پہچان کو سیاسی میدان میں تسلیم کیا۔

تقسیم ہند ہندوستان سے پہلے 1947 میں بر صغیر پاک و ہند میں فیملی لاز کے دو اہم اقسام تھیں ۔
Guardians and Wards Act 1890۔یہ قوانین تمام افراد کے لیے ہوتے تھے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا ذات سے تعلق رکھتے ہو اور دوسری قسم کے قوانین Child Marriage Restraint Act 1929
یہ ہر مذہب کے لیے الگ الگ تھے یعنی مسلمان ہندو عیسائیوں اور پارسیوں کے لیے اپنے اپنے مذاہب کے مطابق قوانین شامل تھے۔مسلمانوں کے لیے اہم دستاویزی قوانین Muslim Personal Application Act 1937اور
Dissolution of Muslim Marriage Act 1939 شامل تھے۔ان قوانین کے علاوہ ایسے روایتی قوانین بھی موجود تھے جو تحریری شکل میں نہیں تھے اور یہ غیر دستاویزی قوانین قبیلے اور علاقے کے لحاظ سے مختلف ہوتےاور وہ عملی طور پر مسلم عائلی قوانین جیسے ہوتے تھے
1947کو انگریزوں نے ہندوستان کو آزاد ریاست بھارت اور پاکستان میں تقسیم کیا اور پاکستان ایک اسلامی جمہوری ملک 14 اگست 1947 کو دنیا کے نقشے پر نمودار ہواتو باقی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی قوانین کی نفاذکی ضرورت محسوس ہوئی چونکہ ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء رائج تھی اس وجہ سے پاکستان نے وہی اصول و ضوابط بطور قانون نافذ کیے۔[1]

مسلم پرسنل لاء

ملک میں رائج قوانین کی دو اہم قسمیں ہوتی ہیں ایک سول کوڈ(Civil Code) جس کو ضابطہ دیوانی بھی کہا جاتا ہے اور دوسرا کریمنل کوڈ Criminal (Code)جس کو ضابطہ فوجداری بھی کہا جاتا ہے۔
کریمنل کوڈ میں جرائم کی سزائے اور بعض انتظامی امور آتے ہیں یہ قوانین تمام ملکی شہری کے لیے یکساں ہوتے ہیں۔ دستوری طور پر اس میں قوم ،نسل و مذہب اور کسی نوعیت کی تفریق نہیں کی گئی۔
سول کوڈ کے دائرے میں وہ تمام قوانین آتے ہیں جن کا تعلق معاشرتی تمدنی اور معاملاتی جیسے امور سے ہے اس قسم کی زیادہ تر قوانین بھی تمام اہل ملک کے لیے برابر ہے سول کوڈ کا ایک قسم پرسنل لاء کہتے ہیں اس قسم میں ملک کی اقلیتوں کو ان کے بعض خصوصی شعبوں میں ان کے مذاہب کے لحاظ سے الگ مذہبی قوانین پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ اسی کو پرسنل لا کی آزادی کا نام دیا جاتا ہے اس لیے قانون کے تحت دستور ہند میں مسلمانوں کو بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ نکاح طلاق وراثت وصیت وغیرہ سے متعلق تمام مقدمات کے فیصلے سرکاری عدالت اسلامی شریعت کے مطابق ہی کریں گے انہی قوانین کا مجموعہ پرسنل لاء کہلاتا ہے۔

آزادی کے بعد قانون سازی

پاکستان جب14 اگست 1947 کوایک آزاد اسلامی جمہوری ملک دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔چونکہ یہ ایک نیا ملک تھا،اس کا اپنا آئین نہیں تھااور ملک متعدد مسائل میں گھرا ہوا تھا۔ان مشکل وقت میں وزیر اعظم لیاقت علی خان نے 12 مارچ 1949 کو پاکستان کی آئینی اسمبلی کے ذریعے ایک قرارداد منظور کیا جس کو قرارداد مقاصد کا نام دیا گیا۔ یہ قرارداد بعد میں قانون سازی اور آئینی ترقیاتی عمل میں ایک پالیسی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ 1973 کے آئین کا حصہ ہے جو ملک کا موجودہ آئین ہے۔
قیام پاکستان کے بعد مسلم فیملی قوانین آرڈیننس 1961 کے نفاذ تک اہم قانون سازی

قانون وراثت

قیام پاکستان کے بعد، مسلم فیملی قوانین کے دائرے میں اہم قانون سازی درج ذیل ہے
1۔ مغربی پنجاب مسلم پرسنل لا شریعت اپلیکیشن ایکٹ 1948: یہ ایکٹ 15 مارچ 1948 کو نافذ ہوا۔اس نے وراثت اور میراث کے بارے میں روایتی قواعد کو ختم کیا اور خواتین کی خصوصی املاک،وراثت، منگنی،شادی، طلاق،مہر، گود لینے، سرپرستی، نابالغیت، قانونی حیثیت، بے ولدگی، خاندانی تعلقات، وصیت، وراثت، اور تحفوں وغیرہ سے متعلق معاملات کے فیصلے کے لیے شریعت کے احکام کا نفاذ کیا۔
2۔ مسلم پرسنل لا(شریعت) اپلیکیشن (سندھ ترمیمی) ایکٹ، 1950: یہ ایکٹ 17 مئی 1950 کو صوبہ سندھ میں نافذ ہوا۔اس نے مسلم پرسنل لا شریعت ایکٹ XXVI 1937 کے سیکشن 1 اور سیکشن 2 میں ترمیم کی اور وراثت کی تقسیم کے لیے زرعی زمین کو شرعی احکام کے مطابق شامل کیا۔

[1] Farani, M. (2011). Family Laws in Pakistan. Lahore: Nadeem Law Book House,page: 45

پاکستان کا قیام ہندوستان کے مسلمانوں کی خواہش کی عکاسی کرتا ہے وہ یہ چاہتے تھے ایک ایسی آزاد اسلامی ریاست حاصل ہو جائے جہاں وہ آزادانہ اپنی زندگی قرآن اور سنت کے مطابق گزار سکیں۔اسی لیے 1948ء میں، پہلی قانون ساز اسمبلی نے خواتین کو حق وراثت دینے کا ایک قرارداد منظور کیا، جو کہ انہیں طویل عرصے سے روایتی قوانین کی وجہ سے محروم رکھا گیا تھا، اس کے بعد 1951 میں تقسیم ہند کے بعد مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961 صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان کے ذریعے 15 جولائی 1961 کو نافذ کیں گئیں۔ لیکن مندرجہ بالا قوانین کے ذریعے زرعی زمین کی تقسیم وراثت پر مکمل اسلامی قانون لاگو نہیں کیا گیا۔اس کے بعد پھر مسلم پرسنل لاء شریعت اپلیکیشن ایکٹ 1962 کے نفاذ نے 1948 کے قانون کو منسوخ کر دیا، جس میں یہ شق موجود تھا کہ متبنیٰ فرد حقیقی والد کے میراث کا حق دار نہیں ہو سکتا جب میت کے حقیقی بھائی موجود ہو۔اب 1962 کے قانون کے مطابق یہ شخص حقیقی والد کے میراث میں حصہ دار ہو گا اور مسلمانوں کے تمام جانشینی اور وراثتی مسائل اسلامی قانون کے مطابق حل کیے جائیں گے۔اس قانون کے تحت محدود جائیداد جو روایتی قانون کے مطابق تھی خاتمہ کر دیا اور جائیداد اور میراث کی تقسیم کا طریقہ کار مکمل اسلامی قوانین کے مطابق وضع کرتا ہے۔پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اور اس کے تمام قوانین شرعی احکامات کے مطابق ہیں جس میں وراثت کے قوانین شامل ہیں لیکن اس کے باوجود مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961 کی دفعہ 4 اسلامی شریعت سے متعارض ہے جس میں یتیم پوتے کو دادا کے میراث میں حصہ دار ٹھہرایا ہے۔[2]

میراث میں یتیم پوتے، پوتی کے حصے کا شرعی و قانونی جائزہ

پاکستانی قوانین میں پوتے پوتیوں اور نواسے اور نواسیوں دادا اور نانا کے میراث میں شریک ٹھہرایا ہے۔اس شق کو تمام علمائے کرام اور فقہاء نے متفقہ طور پر قرآن و سنت کی روشنی میں غیر اسلامی قرار دیا ہے کہ اسلامی قانون میں وراثتی تقسیم کا قاعدہ "الاقرب فالاقرب" ہے یعنی قریب تر رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ دار محروم ہو جاتا ہے۔اس مسئلے میں دادا کا قریب ترین بیٹا ہوتا ہے نا کہ پوتا۔ حقیقی بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے پوتی کا کوئی حق نہیں ہے، خواہ وہ پوتا یا پوتی زندہ بیٹے سے ہوں یا مرحوم بیٹے سے۔لہذا بیٹے کی موجودگی میں پوتا وراثت سے محروم ہو گا۔

دوسری بات میراث پانے کے لئے وراث کا زندہ ہونا شرط ہے اگر وراث فوت ہو جائے تو اس کا حصہ ختم ہو جاتا ہے۔اس لیے دادا کی میراث میں اس کے بیٹے کی موجودگی میں حصہ دار نہیں ہو تا مگر دادا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسے یتیم پوتے کے لیے وصیت کرے اور اس کا حصہ مقرر کر لے۔اسی طرح یتیم کی پرورش شریعت کی رُو سے اُس کے چچا کی ذمہ داری ہوتی ہے وہ اُس کا ولی ہوتا ہے، اور ان پر اُس کا حق ہے کہ وہ اُس کی پرورش کا انتظام کریں۔ نیز شریعت نے وصیت کا حکم اسی لیے دیا ہے کہ اگر کوئی مرنے والا اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو اور اُس کے خاندان میں کچھ لوگ مستحق موجود ہیں تو وہ ان کے حق میں وصیت کرے۔ 1/3 حصہ مال کی حد تک وہ وصیت کر سکتا ہے، اور اس میں یہ گنجائش موجود ہے کہ اگر وہ کوئی یتیم پوتا چھوڑ رہا ہے، یا کوئی اور بے سہارا، یا غریب بھائی یا بیوہ بہن چھوڑ رہا ہے، تو ان کے لیے وصیت کر جائے۔ یہ گنجائش اسی لیے رکھی گئی ہے کہ قانونی وارثوں کے سوا خاندان میں جو لوگ مدد کے محتاج ہوں، ان کی مدد کا انتظام کیا جاسکے۔

پاکستانی عیسائیوں کا قانون وراثت

پاکستان کی آبادی کا زیادہ تر حصہ غیر مسلم پاکستان پر مشتمل ہے۔جن میں سب سے بڑی تعداد عیسائیوں کی ہے اور ان کی تعداد تقریباً 40 سے 50 لاکھ کے درمیان ہے۔

جس طرح مسلمانوں کے وراثتی قوانین ہیں، اسی طرح عیسائی جو اہل کتاب ہیں ان کی بھی جائیداد ہے اور قانون وراثت ہے جو ان کے ورثاء میں تقسیم کی جاتی ہے۔برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے جو وراثت کا قانون سکسیشن ایکٹ ۱۹۲۵ تھا جس میں برصغیر میں رہنے والے مختلف مذاہب کے وراثت کے قوانین کو زیر بحث لایا گیا۔ تو آج بھی یہ قوانین پاکستان کے عدالتی نظام کے اندر لاگو ہیں۔

سکیسشن ایکٹ 1925

ا۔ سکیسشن ایکٹ 1925 کے باب ۲ اور سیکشن ۳۲ میں عیسائیوں کا قانون وراثت کو ذکر کیا گیا ہے۔[3] جس میں بتلایا گیا ہے

کہ اگر مرنے والا عیسائی ہے تو اس کی جائیداد میت کے قریبی رشتہ داروں (جن میں ماں باپ بہن بھائی اور عزیز و اقارب آتے ہیں) اور اس کی اولاد تقسیم کی جائے گی، مرنے والا مرد بھی ہو سکتا ہے اور عورت بھی ہو سکتی ہے۔

---

[2] Fazle Omer,Comparative Study of Muslim Family Laws of Pakistan and Malaysia: A Shariah Perspective,Kohat University of Science and Technology,Kohat,2014,P:2-20

[3]The Succession Act, 1925,Chapter 2,Section 32-41

۲۔ سیکشن میں 33 بتایا گیا ہے کہ اگر میت کے ورثاء میں اس کی بیوی اور بچے ہیں تو کل ترکے کا 1/3 حصہ بیوی کو ملے گی اور باقی 2/3 حصہ اس کے بچوں میں برابر تقسیم ہو گا۔یعنی ہر بچہ جو اس کا بیٹا ہے یا بیٹی ہے ان کو برابر حصہ ملتا ہے۔

۳۔اگر میت کے اولاد نہ ہو اور ورثاء میں والدین، بیوی اور بہن بھائی ہیں تو کل ترکے کا آدھا حصہ بیوی کو ملے گی اور باقی ترکہ ماں باپ اور بہن بھائی میں یکساں تقسیم ہو گا۔

۴۔ سیکشن ۳۴ میں ہے کہ اسی طرح اگر میت کے نہ اولاد ہو نہ ماں باپ، نہ بھائی بہن اور نہ اس کی کوئی رشتہ دار ہیں اور صرف بیوہ ہے تو ساری کی ساری جائیداد اس کی بیوی کو دے دی جائے گی۔ اور اگر ایسا آدمی مر جائے جس کا کوئی وارث بھی موجود نہیں ہے تو اس کی ساری جائیداد حکومت کو چلی جائے گی۔

۵۔ سیکشن ۳۵ میں ہے کہ میاں بیوی کے وراثتی حقوق ایک جیسے ہیں یعنی جس طرح شوہر کے میراث میں اس کی بیوی حق دار ہوتی ہے اسی طرح بیوی کی میراث میں اس کا شوہر حق دار ہوتا ہے۔

۶۔ سیکشن ۳۶ میں ہے کہ اگر مرنے والے کی صرف اولاد ہیں تو اس کی جائیداد اولاد میں برابر تقسیم ہو گی۔یعنی اگر اس کی دو بیٹیاں ہیں اور دو بیٹے ہیں تو ان کی جائیداد کے چار حصے ہوں گے۔ اسی طرح اگر اس کا کوئی بیٹا یا بیٹی غیر شادی شدہ اس کی زندگی میں فوت ہو جاتے ہیں تو اس کا جو حصہ ہے وہ اس کے بہن بھائیوں کو دے دیا جائے گا۔

۷۔ سیکشن ۳۸ میں ہے کہ اگر مرنے والے کی کوئی بیٹا، بیٹی نہیں ہے لیکن اس کے پوتے پوتیاں ہیں تو اس صورتحال میں اس کی جائیداد تمام پوتے پوتیوں میں برابر تقسیم ہو گی ۔

۸۔ سیکشن ۳۹ میں ہے کہ اگر اولاد نہیں پوتے پوتیاں بھی نہیں بلکہ پڑپوتے اور پڑپوتیاں ہیں تو کل ترکہ ان کے درمیان بھی برابر تقسیم ہو گی۔

۹۔ سیکشن ۴۰ میں ہے کہ اگر مرنے والے کہ اولاد بھی ہے اور پوتے پوتیاں بھی ہیں تو پھر ترکہ کی تقسیم یوں ہو گی۔ مثلاً ایک شخص کے تین بیٹے تھے۔ دو بیٹے جو شادی شدہ تھے اس کے زندگی میں فوت ہو گئے اور دونوں صاحب اولاد تھے جبکہ ایک بیٹا تھا اس کی وفات کے وقت زندہ تھا تو اس کی کل ترکہ کے تین حصے ہوں گے۔ اس میں ایک حصہ اس کے بیٹے کو مل جائے گا باقی جو دو حصے اس کے پوتے پوتیوں کو دیا جائے گا اور وہ اپنے والد کے حصے کے مطابق حصہ لیں گے۔

۱۰۔ سیکشن ۴۱ میں ہے کہ اگر میت کی اولاد نہیں ہے اور والدین میں کوئی زندہ ہو اور بیوی بھی موجود ہو تو آدھا ترکہ بیوی کو ملے گا اور باقی آدھا میت کے والد یا والدہ کو۔

۱۱۔اگر مرنے والے کی اولاد ،والدین اور ماں باپ نہ ہو اور صرف بھائی بہن ہیں تو ان کے درمیان جائیداد برابر تقسیم ہو گی اور اگر بہن بھائی کے ساتھ ماں بھی موجود ہے تو بھی برابر تقسیم ہو گی۔

پاکستان میں ہندوؤں کا قانون وراثت

ہندو مت میں وراثت کا قانون ان لوگوں کے لیے ہے جو بغیر وصیت کے مر جائیں اور جو وصیت کر کے مر جائے تو ان کی میراث وصیت کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔

جب ایک ہندو بنا وصیت مر جائے تو اس کی میراث درجہ اول کے ورثاء میں جائے گی۔ درجہ اول کے 16 ورثاء ہیں۔یعنی بیٹے، بیٹیاں، بیوہ، ماں اور پوتے ہیں۔

اگر درجہ اول کے ورثاء میں کوئی بھی زندہ نہ ہو تو جائیداد درجہ دوئم کے ورثا میں جائے گی۔اگر درجہ دوئم میں بھی کوئی نہ ہو تو جائیداد حکومت کو جائے گی۔2005 میں قانون وراثت میں ترمیم کی گئی ہے اور درجہ اول کے ورثہ 12 سے بڑھا کر 16 کر دی گئی ہیں۔[4]

جب آدمی بنا وصیت مر جائے تو سب سے پہلے اس کی جائیداد اس کی ماں کو ملے گی اور اس کی بیوی کو ملے گی اور اس کے بیٹے بیٹی چاہے جتنی بھی ہو۔اگر بیٹا فوت ہو چکا ہے تو جائیداد اس کے پوتے اور بہو کو جائے گی اور اس کی پوتی کو۔وراثت کی تقسیم ان ورثاء میں اس طرح ہو گی کہ جتنے ورثاء زندہ ہوں گے تو ان سب کو برابر ایک ایک حصہ ملے گا۔مثلاً اگر کوئی مر جائے اور اس کی تین بیویاں ایک ماں، ایک بیٹا، ایک بیٹی ہیں تو بیویوں کو ایک حصہ اور وہ ایک حصہ تین پر تقسیم کر کے ہر ایک کو ایک حصہ (1/3) ملے گا۔اگر کوئی آدمی مر جائے اور اس کی ورثاء میں بیٹا، بیٹی، پوتا اور بہو ہو تو ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گا ایک حصہ بیٹے کو ایک حصہ بیٹی کو اور ایک حصہ بہو اور اس کے بیٹوں کا ہو گا یعنی پوتے پوتیاں اور بہو کو الگ الگ حصہ نہیں ملے گا بلکہ ایک مرے ہوئے آدمی کا جتنا حصہ تھا وہ ان باقی میں تقسیم کیا جائے گا۔اگر درجہ اول میں کوئی بھی زندہ نہیں ہے تو اب وراثت درجہ دوئم میں جائے گی لیکن

---

[4] The Hindu Succession (Amendment) Act, 2005
Gazette of India, Ministry of Law and Justice.

درجہ اول کی طرح تمام زندہ ورثاء کو جائیداد نہیں ملے گی بلکہ ایک کو اگر مل جائے تو باقی سب محروم ہوں گے درجہ دوئم کے ورثاء میں سے پہلے کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی اور سب کو ایک جیسا حصہ نہیں ملے گی۔

درجہ دوم کے ورثاء کی درجہ بندی درج ذیل ہے اور انہیں میت کی جائیداد درج ذیل ترتیب میں دی جاتی ہے۔

باپ، بیٹے / بیٹی کا بیٹا، بیٹے / بیٹی کی بیٹی، بھائی، بہن، بیٹی / بیٹے کا بیٹا، بیٹی / بیٹے کی بیٹی، بیٹی / بیٹی کا بیٹا، بیٹی / بیٹی کی بیٹی، بھائی کا بیٹا، بہن کا بیٹا، بھائی کی بیٹی۔

اس میں سب سے مقدم باپ ہوتا ہے۔ درجہ اول میں باپ شامل نہیں کیا ہے اور درجہ دوئم میں سب سے پہلے باپ کو رکھا ہے اب اگر کوئی آدمی مر جائے بغیر وصیت کے تو اس کی ساری جائیداد صرف اس کے باپ کو ملے گی اگر باپ نہیں ہے اور نواسے اور بہن بھائی زندہ ہیں تو ساری جائیداد برابر ان کو ملے گی اس کے بعد سب محروم ہو جائیں گے اگر یہ چاروں فوت ہوئے ہیں تب جائیداد آگے جائے گی اور اگر ان میں سے ایک ہی زندہ ہو تو ساری جائیداد اس ایک وارث کو ہی ملے گی۔ اگر کوئی آدمی بغیر وصیت کے مر جائے اور اس کے درجہ دوئم کے ورثاء میں بھی کوئی نہیں ہے تو اس کی جائیداد (ایگنٹس) یعنی میت کے وہ رشتہ دار جو مرد کے واسطے سے ہو اس میں جائیداد جائے گی۔ یعنی میت کے بیٹے، پوتے پوتی اور پڑپوتی کو۔ اور اگر ایسا شخص مر جائے جس کا کوئی بھی نہیں ہے تو اس کی ساری جائیداد حکومت کو جائے گی۔

ہندو مت میں عورت کا حق وراثت

ہندو جانشینی ایکٹ، 1956 کے تحت خواتین کو ایکٹ پر دستخط کرنے سے پہلے یا بعد میں حاصل کی گئی تمام جائیداد کی ملکیت دی جاتی ہے، جس سے ان کی "محدود مالک" کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔[5] تاہم یہ 2005 کی ترمیم تک نہیں تھا کہ بیٹیوں کو بیٹوں کے برابر جائیداد کی وصولی کی اجازت دی گئی تھی۔ یہ ایکٹ ہمیشہ خواتین کو جائیداد کے حقوق فراہم کرتا ہے۔

بغیر وصیت کے مرنے والی ہندو عورت کی جائیداد مندرجہ ذیل ترتیب میں تقسیم ہو گی

۱۔ بیٹوں اور بیٹیوں (بشمول کسی بھی پہلے سے فوت شدہ بیٹے یا بیٹی کے بچے) اور شوہر

۲۔ شوہر کے ورثاء

۳۔ باپ اور ماں

۴۔ باپ کے وارثوں

۵۔ ماں کے وارثوں

یعنی اگر کوئی ہندو عورت مر جائے اور اس نے جائیداد چھوڑی ہو تو اس کے مذہب میں عورت کی جائیداد کی تقسیم کے بارے میں سیکشن 14 میں یہ اصول بتائی گئی ہے کہ کسی عورت کی جائیداد چاہے اس کو کسی سے ملی ہے یا تحفے میں کسی نے دیا ہے یا اس نے خود کمایا ہے تو یہ اس عورت کی اپنی ملکیت ہے کسی اور کو اس میں تصرف کا حق نہیں ہے اب یہ عورت اگر بنا وصیت مر جائے تو اس کی جائیداد درج ذیل طریقے سے تقسیم ہو گی۔

اس کے پانچ اصول بیان ہوئے ہیں سیکشن 16 میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان پانچ اصول میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی۔

۲ ۔ اگر ان میں کوئی بھی زندہ نہیں ہے تو اس کی جائیداد شوہر کے ورثاء میں جائے گی۔

۳۔ اگر ان میں بھی کوئی زندہ نہیں ہے تو پھر عورت کی جائیداد اس کے باپ اور ماں کو ملے گی۔

۴۔ اگر یہ بھی زندہ نہ ہو پھر باپ کے ورثاء میں جائے گی۔

۵۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کی ماں کے ورثاء میں جائے گی۔[6]

کوئی بھی شخص جو قتل کا ارتکاب کرتا ہے اسے مقتول سے کسی بھی قسم کی وراثت حاصل کرنے کے لیے نااہل قرار دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی رشتہ دار ہندو مذہب سے مذہب تبدیل کرتا ہے، تو وہ اب بھی وراثت کا اہل ہے۔ تاہم، اس تبدیل شدہ رشتہ دار کی اولاد کو ان کے ہندو رشتہ داروں سے وراثت حاصل کرنے کے لیے نااہل قرار دیا جاتا ہے، جب تک کہ وہ رشتہ دار کی موت سے پہلے ہندو مذہب اختیار نہ کر لیں۔

---

[5] Hindu Succession Act, 1956

[6] Hindu Female Succession, Section 15,16

نتائج

پاکستان کا قانونِ وراثت بنیادی طور پر اسلامی اصولوں پر مبنی ہے، جس کی بنیاد قرآن و سنت کے واضح احکامات پر رکھی گئی ہے۔ تاہم، عملی طور پر اس قانون پر عمل درآمد میں متعدد رکاوٹیں اور چیلنجز موجود ہیں، جن میں عوامی آگاہی کی کمی، عدالتی نظام کی سستی، ثقافتی و سماجی رویے، اور خاص طور پر خواتین کو ان کے جائز وراثتی حقوق سے محروم رکھنا شامل ہیں۔

اگرچہ پاکستانی آئین اور شریعت کورٹ دونوں عورت اور مرد کے وراثتی حقوق کی مکمل حمایت کرتے ہیں، مگر دیہی اور بعض شہری علاقوں میں روایتی رسوم و رواج قانون پر حاوی نظر آتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وراثت کے معاملات اکثر تنازعات، ناانصافی اور خاندانی اختلافات کا سبب بنتے ہیں۔

"Succession Act 1925" کے تحت پاکستان میں مقیم عیسائی برادری کے لیے وراثت کا ایک مفصل، منصفانہ اور منظم قانونی نظام موجود ہے، جو مرد و عورت دونوں کو برابر حقوق دیتا ہے۔ اس قانون کے تحت جائیداد کی تقسیم میں جنس کی بنیاد پر کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا، اور بیٹا ہو یا بیٹی، دونوں کو برابر حصہ دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شوہر اور بیوی کو بھی ایک دوسرے کی جائیداد میں مساوی وراثتی حق حاصل ہے، جو کہ صنفی برابری کی مثال ہے۔

ہندو مت میں وراثت کا قانون ایک منظم اور مرحلہ وار طریقہ کار پر مبنی ہے، جو اُن افراد کے لیے نافذ ہوتا ہے جو بغیر وصیت کے وفات پاتے ہیں۔ ہندو جانشینی ایکٹ، بالخصوص 2005 کی ترمیم کے بعد، خواتین اور دیگر قریبی رشتہ داروں کو جائیداد میں حصہ دار بنانے کے حوالے سے زیادہ واضح اور جامع ہو چکا ہے۔

اس قانون میں اس امر کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ اگر کسی کا کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہو تو اس کی جائیداد حکومت کو منتقل ہو جائے گی، تاکہ جائیداد ضائع نہ ہو اور ریاستی نظم و نسق میں شامل ہو جائے۔

ہندو جانشینی ایکٹ 1956 اور اس میں 2005 کی ترمیم نے ہندو خواتین کو جائیداد میں مکمل اور برابر حقوق دے کر ایک انقلابی قدم اٹھایا۔ جہاں پہلے عورت کو "محدود مالک" سمجھا جاتا تھا، وہیں اب اسے مکمل اور آزادانہ ملکیت کا حق حاصل ہے، چاہے جائیداد اسے موروثی طور پر ملی ہو، تحفے میں دی گئی ہو، یا اس نے خود کمائی ہو۔

یہ قانونی نظام اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کو تحفظ دینے کی کوشش کی گئی ہے، اور ان کے مذہبی اور سماجی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے وراثتی قوانین ترتیب دیے گئے ہیں۔